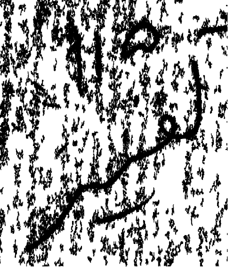


سلسلہ اشاعت قرآن حیدرآباد دکن

115

جلد ۱۱ بابتہ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۶۲ھ نمبر ۱۸

قرآنی دنیا

رحم و انصاف

مرتبہ

ابو محمد مصلح کان اللہ لہ

۲۹۷

دفتر

قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

چندہ سالانہ دس روپے۔ ماہوار پورے سٹ کی قیمت ایک روپیہ

خدا ایک ہے

نہیں دوسرا ما سوا ایک ہے	خدا کا ہی سب کچھ خدا ایک ہے
تو ہی آپ اپنے کو ہی جانتا	تو ہی باخبر برملا ایک ہے
تو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی تو	تری ابتدا انتہا ایک ہے
ہر اک سمت پہونچا دے قرآن کو	مری آرزو اے صبا ایک ہے
عمل سارے عالم کا قرآن ہو	خدایا ہماری دعا ایک ہے
نہیں عام کرتے ہیں قرآن کو	مسلمانوں کی بس خطا ایک ہے
مریضانِ عالم سے کہدے کوئی	دوا ایک ہے اور شفا ایک ہے
میرے دل میں بس ایک کی ہے جگہ	لگا ہوں میں میری بسا ایک ہے
سمجھ کر نہیں پڑھتے قرآن کو	مسلمانوں سے بس گلا ایک ہے
اسی ایک کی یہ ادائیں ہیں دو	ہماری فنا و بقا ایک ہے
نہیں لائقِ ترک قرآں پاک	کہ سچا یہی رہنما ایک ہے
تو دیوانہ اپنا بنا لے مجھے	الٰہی مری التجا ایک ہے

ازل سے پیامی ہوں قرآن کا
مرے لب پہ مصلح صدا ایک ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے اندر آج یہ غلط عقیدہ ذہن نشین ہو گیا ہے کہ اسلامی تعلیم، عیش و آرام، مال و دولت، جاہ و ثروت، غرض دنیا کے اندر جو کچھ ہے اُن کے حصول سے یکقلم روکتی ہے۔

مسلمانوں میں یہ عقیدہ کیونکر آیا اس کا بیان نہایت دردانگیز ہے، نادان واعظوں اور نام نہاد صوفیوں، نے اپنی غلط تعلیمات سے جہاں سب کچھ کیا ہے یہاں بھی وہی کارفرما ہے مگر ان سب کی تہ میں سب سے بڑی غلطی، سب سے اہم فروگزاشت صرف "ترک قرآن ہے"

جو شخص قرآن کو ایک مرتبہ بھی شروع سے آخر تک معنی و مطلب کے ساتھ پڑھیگا ناممکن ہے کہ وہ اس کا اعتراف کیے بغیر رہے کہ قرآن تو دین بھی دیتا ہے اور دنیا بھی۔ وہ قرآن میں واعظوں اور مدعیوں کی تردید میں دیکھیگا۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً۔ بھوفیوں

کے لطلان میں رہبانیت کے خلاف خود قرآن میں بہت کچھ پایا گیا

دنیا میں سب سے بڑا درجہ پیغمبرانِ وقت، اہلِ علم اور

بادشاہ کا ہوتا ہے اور ایک مسلمان بیک وقت ان سب کا

مالک ہو سکتا ہے۔ قرآن میں ہے فقد آتینا آل ابراھیم

الکتاب والحکمۃ وآتیناھم ملکا عظیما | ہم نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) کتاب (بھی) دی (حکمت و علم (بھی) دیا اور (ملک یعنے بادشاہت بھی دی بلکہ روئے

زمین کی بادشاہت کا اصلی حقدار تو خدا نے صرف اپنے

نیک بندوں ہی کو قرار دیا ہے ارشاد ہے ولقد کتبنا

فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی

الصالحون۔ ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد بتلا دیا کہ زمین

کی ارث اسکی اہلیت رکھنے والے لائق بندوں کے لیے ہے۔

اس کے بعد بھی ان انعامات خداوندی کے انکار کرتے ہوئے

کس منہ سے انکار کرینگے اور گوشت سے ناخن کو جدا کرینگے

جان کو جسم سے علٰحدہ کرینگے یعنے دین کو الگ چیز کہیں گے

اور دنیا کو الگ چیز۔ کیا ایسا سمجھنے والوں اور ایسا کہنے والوں کا یہ منشاء ہے کہ قرآن کے ماننے والے حق پرست مفلس و محکوم رہیں اور اللہ کی نعمتوں پر کفار و مشرکین اور غاصبوں کا قبضہ رہے اور کیا ان آیاتِ متبرکہ کو اللہ کی کتاب سے نعوذ باللہ خارج کر دینا چاہتے ہیں۔

قرآن حج کرنے کو بھی کہتا ہے، زکوٰۃ دینے کی ترغیب بھی لاتا ہے خیرات کے مصارف بھی گناتا ہے اور ابنائے جنس کی خبر گیری کو خدا کی خوشنودی بھی بتلاتا ہے۔ پھر آخر یہ سب کہاں سے ہو اگر سامان دنیا سرے سے مردار اور حرام ہیں۔

کیا ایسا ممکن بھی ہے کہ دنیا میں رہکر دنیا سے علیحدہ رہنے کے لئے کہا جائے۔ مچھلی کو پانی سے علیحدہ رکھ کر دیکھو کتنی دیر زندہ رہتی ہے اسی طرح دنیا سے بالکل ہاتھ اٹھا لو زمین پر پاؤں نہ رکھو کیونکہ دنیا تو اسی کے اندر ہے ہوا میں بھی نہ رہو کیونکہ یہ بھی دنیا ہی کے اندر ہے آسمان کے

نیچے سے نکلجاؤ کیونکہ یہ بھی دنیا ہی میں ہے اور سورج کی روشنی کو دیکھ کر آنکھیں بند کرلو کہ یہ بھی دنیا سے باہر نہیں ہے۔

اگر قرآن سے دنیا کے حصّہ کو نکالدیا جائے تو دین کی حقیقت ہی باقی نہیں رہتی اسی لئے پیغمبران وقت نے بھی کھانا کھایا، پانی پیا، کپڑے پہنے، شادیاں کیں نان و نفقہ کے لئے پیشے اور مزدوریاں کیں خود ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کرکے بتلادیا۔

قرآن مجید میں ان سب بہترین وسائل و ذرائع کو بیان کردیا ہے جو حکمرانی، مالدار اور صالح بندہ بننے کے لئے ضروری ہیں۔

جہادِ فی سبیل اللہ اسکی ضرورت، اسکے قواعد و قانون، اسکے طریقے اسکی غرض و غایت کا آخر نتیجہ کیا ہے؟ اسی مقدس فرض کی ادائگی سے تو خلافت فی الارض کا استحقاق ہوتا ہے اسی کے ترک سے تو غلامی کی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔

بری و بحری تجارت کا بار بار ذکر آتا ہے، دریا میں جہاز رانی ہوا کے برکات، پانی کا مسخر ہونا آخر کس لئے بیان ہوتا ہے کھیتی کی تعریف ایک دانہ سے خوشوں کا نکلنا میوہ جات کا بیان، کسان کی خوشیوں کا اظہار، پانی کا برسنا بادل کا گھر گھر کر آنا، مردہ زمین کا زندہ ہونا کوئی بتائے کہ کس مقصد کے لئے ہے۔

ان چیزوں کا ناجائز ہونا تو درکنار اللہ تعالیٰ نے تو اپنی قدرت کی نشانیاں بتلا کر ہمیں ان کے حصول کو عبادت بنا دیا ہے گویا دنیا کی ان جائز چیزوں کا جائز طریقہ پر حصول عبادت اور عین دین ہے۔ بی بی بھی دنیا کی چیز ہے پھر شادی کیوں کرتے ہو، اولاد بھی دنیا ہی کی چیز ہے پھر کیوں پیدا کرتے اور کس لئے پالتے پوستے ہو، کھانا، پہننا بھی تو دنیا ہی سے متعلق ہے پھر کیوں کھاتے پیتے اور کیوں پہنتے اوڑھتے ہو اور کیا کسی ایک متنفس کو بھی بتلا سکتے ہو کہ انسانیت جامہ میں رہکر ان میں سے کسی نہ کسی طرح پر فائدہ اٹھانے والا نہ ہو۔

کائنات کا اکثر حصہ ہمارے تابع ہے یہانتک کہ اجرام سماوی بھی ہمارے لئے مسخر ہیں پھر آخر ایسا کیوں ہو قدرت نے اس مصلحت سے ایسا کیا ہے اگر اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو ایا اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں۔

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ

کا مطلب صاف ہے کہ قرآن ہمیں دین بھی دیتا ہے اور دنیا بھی لہذا ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دنیا کا مالک بھی ہو اور دین کا بھی دنیا کی ہر نعمت کو حاصل کرے اور دین کے ہر درجات کا حقدار بنے۔

مسلمان کی شان سے تو بعید ہے کہ وہ مفلس اور گدا ہو۔ اسلام کے لئے تو یہ ننگ و عار ہے کہ اسکے نام لیوا محکوم اور نادار ہوں۔ قرآن کی تو توہین ہے کہ اسکے حاملین ظاہری یا باطنی کسی مصیبت میں مبتلا ہوں۔

یہ کہنا کہ اسلام دین و دنیا کو جدا کرتا ہے اسلام پر غلط الزام ہے جیسے مذہب اور سیاست ایک ہی چیز کے دو نام ہیں

ٹھیک اسی طرح دین و دنیا کا یہی حال ہے دنیا سے باہر جا کر دین کا کوئی کام نہیں لیا جا سکتا اور عاقبت کے لئے کوئی سرمایہ جمع نہیں ہو سکتا۔

دوسری دنیا اور دوسری زندگی کے لئے بھی اسی دنیا اور اسی زندگی سے سودا کرنا مطلوب ہے قرآن میں ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کی اموال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے کوئی بتائے کہ جنت کا زرِ ثمن مال ٹھہرتا ہے پھر اگر یہ نہ ہو اور اس کو اللہ کی مرضی کے مطابق صرف نہ کیا جائے تو جنت کیونکر ہاتھ لے وامددنا کم باموال آخر اسی لئے تو ہے جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے کاروبار بند رکھنے کا حکم ہے لیکن اللہ کے دربار کے آٹھویں دن کی حاضری ختم ہوتی ہے فانتشروا فی الارض کا حکم ہے۔ مختصر یہ کہ ہم اللہ کے شکر گزار بندے اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتے جب تک اسکی شکر گزاری کی چیزوں کا استعمال نہ کریں اسکی زمین کے

مالک نہ ہوں اور زمین کی چیزوں پر اپنا قبضہ کر کے خلیفہ ہونیکا ثبوت نہ دیں **ولقد جعلنا کم فی الارض وجعلنا فیہا معائش قلیلا ما تشکرون** ہم نے تمھیں زمین پر رہنے اور اس سے کام لینے کی جگہ۔
اور اس میں تمھارے واسطے تمھاری زندگی کے سامان فراہم کر دئے تاکہ تم اللہ کے شکر گزار بندے بنو۔
روزے نماز، حج، زکواۃ، جہاد، صداقت، اعتقادات صحیح اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ کی تکمیل کے لئے ضروری ہو کہ مسلمان زمین اور زمین کی دولت کے مالک بنیں دیکھیں کہ ان کے پیدا کرنے والے خدا نے ان کے لئے کیسی کیسی نعمتیں مہیا فرما دی ہیں ایسے آقا کے قربان جائیں جو ان کے لئے ان کے آرام کے سامان پہلے سے اکھٹا کئے ہوئے ہے انہیں کے لئے نہیں بلکہ ان کے سواری گھوڑے اور ان کے گائے بیل تک کے لئے اس سے ان کے دل میں خدا کی بڑائی اور محبت پیدا ہو اور پھر یہ اللہ کے حکموں اور محبت کر ہو کے بنیں

انسان عارف باللہ ہو ہی نہیں سکتا جب تک قدرت کے کارخانہ کا عارفانہ نگاہ سے مطالعہ و نظارہ نہ کرے فطرت کی بوقلمونی سے متاثر ہو اور ایک غیر مرئی طاقت کے سامنے سربسجود نہ ہو جائے۔

قرآن نے یہی تعلیم دی ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاگردوں صحابۂ کرام کو بھی تعلیم دی اور وہ اس دنیا کو دین ہی سمجھتے رہے جس کو ان کے صاحب نے ان کے لئے ضروری بتلایا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم صرف ان غلاموں کو خرید کر آزاد کر دینے پر صرف کر دئے جو مسلمان ہو چکے تھے اور کافروں کی قید میں تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جہاد کے موقع پر اپنے کل اثاثہ کا نصف دربار رسالت میں حاضر کیا اور خیبر کی زمین جو آپ کو بہت عزیز تھی اس کے منافع کا نصف فی سبیل اللہ وقف کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سو اونٹ پچاس گھوڑے ہزار اشرفیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں بیش کیں ایک کنواں پینتیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا۔ مسجد نبوی کی توسیع کے لئے پانچ ہزار میں ایک زمین خرید کر دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایکمرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کی راہ میں ابتک چالیس ہزار درہم صرف کرچکا ہوں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس اس قدر مال جمع ہوگیا تھا کہ آپ پریشان ہوگئے تھے۔ اس کا ذکر بی بی سے کیا تو انہوں نے بتلایا کہ پریشانی کی کیا بات ہے سب مال فی سبیل اللہ دیدیجئے چنانچہ آپنے ایسا ہی کیا۔

حضرت عبدالرحمن نے پانسو اونٹ غلہ سے لدے ہوئے مسلمانوں میں تقسیم کردئے۔

حضرت زبیرؓ نے چھ لاکھ میں ایک زمین فروخت کی اور راہ خدا میں دیدیا۔

خلقِ عظیم

قرآن مجید نے جس خلقِ عظیم کی تعلیم دی ہے اس کا مقابلہ بودھ ازم اور عیسائیت سے کرنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے مگر اسکو کیا کہا جائے کہ آفتاب کا سرچشمہ بند ہے اور دنیا چراغ کو ہی آفتاب سمجھ رہی ہے۔ اشوک نے جو کتبے بودھ مذہب کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے ہر جگہ لگائے یا عیسائی مثلاً جس چیز کو آج اپنا سب سے بڑا موثر حربہ قرار دیکر بیدریغ روپیہ صرف کرتے ہیں اس سے بہت زیادہ قرآن اس بات کا متقاضی ہے کہ اسکی تعلیمات عام کو عام منظر پر لایا جائے۔ انسانوں سے گزر کر حیوانات تک کیا دیکھنا چاہیئے کہ قرآن کس سلوک کے لئے اپنے پیروؤں سے کہتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دفعہ کوئی شخص راستہ جارہا تھا کہ اسکو زور کی پیاس لگی ایک کنوئیں پر پہونچا جس میں اتر کر پانی پیا اور پھر نکل آیا اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کے مارے

کیچڑ کھا رہا ہے تو اس شخص نے خیال کیا کہ اس کتے کو بھی پیاس سے
وہی تکلیف ہے جو مجھے تھی پھر وہ دوبارہ کنویں میں اترا اور
چونکہ اس کے پاس کوئی برتن نہ تھا اس لئے اپنے موزہ میں پانی
بھرا اور منہ میں لٹکا کر اوپر آگیا اور کتے کو پانی پلایا تو اللہ
بزرگ و برتر نے اسکی اس کوشش کو مشکور اور مقبول فرمایا
اور اس صلہ میں اس کو بخشدیا۔

عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جانوروں کے ساتھ سلوک
کرنے میں ہمارے واسطے ثواب ہے آپ نے فرمایا کہ ہر ایک تر و تازہ
جگر والے کے ساتھ سلوک کرنے میں ثواب ہے۔

یہ تو رحم و کرم کے بارے میں حضور رسالتمآب صلعم کا ارشاد ہے
اب ذرا اسکے خلاف کرنیوالوں کا حال بھی سننا چاہیئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کے بارے میں
دوزخ میں داخل ہوئی جس کو اس نے باندھ رکھا تھا نہ خود
کھانے کو دیا نہ اسکو چھوڑا تا کہ حشرات الارض کھا کر اپنی زندگی بسر کرلیتی

عبداللہ بن جعفر سے روایت ہی کہ ایک دفعہ آپ کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے اتنے میں وہاں ایک اونٹ آگیا جب اس اونٹ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چیخکر رونے لگا اور اسکی آنکھوں سی آنسو جاری ہو گئے۔ آپنے یہ حال دیکھا تو اس کے پاس گئے اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا وہ چپ ہو رہا پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کا اونٹ ہے تو ایک انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرا اونٹ ہی آپنے فرمایا کہ تو اس جانور کے بارے میں خدا سے نہیں ڈرتا جس کا تجھے اس نے مالک بنایا ہے۔ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی کہ تو اسکو تکلیف دیتا اور بکثرت کام لیکر تھکا دیتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے جانوروں کی پیٹھوں کو بے ضرورت استعمال نہ کرو نزدیک مقامات پر جانیکی غرض سے اس پر سواری مت کیا کرو اللہ تعالیٰ نے اس غرض سی تمہارا تابع فرمان کیا ہے کہ وہ تم کو ایسے مقامات تک پہونچا دیں جہاں تم آسانی

سے نہیں پہونچ سکتے تھے۔ —

ایک مرتبہ کا ذکر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جو کمل اوڑھے تھا اسکے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جسکو اس نے اسی میں لپیٹ لیا تھا۔ اسنے کہا یا رسول اللہ میں آپ کے پاس آرہا تھا کہ راستہ میں درختوں کے جھنڈ میں سے میرا گزر ہوا وہاں میں نے پرند جانور کے بچوں کی آواز سنی میں نے انکو لے لیا اور اپنی کمل میں رکھ لیا اتنے میں ان بچوں کی ماں آئی اور میرے سر پر چکر کاٹنے لگی تو میں نے اسکے سامنے بچوں کو کھولدیا تو وہ بھی ان پر گر پڑی اور ان کے ساتھ ہو گئی میں نے پھر ان سب کو کمل میں لپیٹ لیا جو میرے ساتھ ہیں آپنے فرمایا کہ ان سب کو یہاں رکھ دو اس نے ان سب کو وہیں رکھ دیا لیکن بچوں کی ماں بچوں کیساتھ ہی رہی بچوں کو چھوڑ کر اُڑ نہیں گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کیا تم کو بچوں کی ماں کی بچوں پر محبت کرنے سے تعجب ہوتا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ تب آپنے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق بات دیکر بھیجا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے جتنی بچوں کی ماں کو اپنے بچوں سے محبت ہے اور آپنے اس شخص سے جو بچے لایا تھا کہا

ہو کر فرمایا کہ ان کو واپس لے جاؤ اور وہیں رکھ آؤ جہاں سے تم انہیں لیکر آئے ہو اور انکی ماں کو بھی ساتھ لیجاؤ تو وہ شخص انکو واپس لے گیا

جانور بے زبان ہوتے ہیں اگر اُن کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کا اظہار نہیں کر سکتے اس لئے ان کے دکھ درد کا خود زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔ اپنے ہاتھوں جان بوجھ کر تکلیف دینی تو درکنار بلکہ ان کی تکلیف کا خود ہی خیال کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی جانور سست نظر آئے تو سوچنا چاہیئے کہ کہیں درد تو نہیں ہے یا کوئی اور بیماری تو نہیں ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی بغیر سبب کے بھی سست ہوتا ہے اور کام کرنے کو جی نہیں چاہتا یا سونیکی خواہش ہوتی ہے یہی حال ہر جاندار کا ہے لہذا اگر کبھی یہ کام میں سستی کریں تو رعایت کرنی چاہیئے۔

اگر کہیں جسم میں ان کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کی پہچان یہ ہے کہ یہ وہاں پر منہ لیجاتے یا دُم وغیرہ سے اشارہ کرتے ہیں۔

ابو محمد مصلح۔

مقدس تجاویز

(۱) جس طرح مسلمانوں کا خدا ایک، رسول ایک، کتاب ایک، قبلہ ایک ہے اسی طرح عالمگیر ریاست کا مرکز بھی ام القریٰ کو ہونا چاہیے اور دنیا میں اسلامی خسروان قائم کرنے کیلیے منظمۃ الاسلام کا قیام کیا جائے۔

(۲) اسلامی ممالک کے عام باشندوں کے نمایندوں کی ایک عام مجلس شوریٰ کے علاوہ والیان ممالک اور مشاہیر اسلام کی شرکت بھی ضروری ہے جن کی اعانت اور مشورے سے منظمۃ الاسلام کی منظمہ کا انتظام ہو اور اس کا منتظم ایک ایسا شخص ہو جو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین قرار پائے۔

(۳) منظمۃ الاسلام کی منظمہ کے لیے دنیائے اسلام سے تبلیغ قرآن کیلئے ایک کروڑ روپے سالانہ کی امداد ہو۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ و خیرات وغیرہ کی مد سے ایک اسلامی بیت المال بھی اس سے متعلق ہو۔

(۴) منظمۃ الاسلام کی منظمہ کے متعدد مراکز ہوں جو عموماً ہر جگہ اور خصوصاً ہر اسلامی ملک میں ہوں۔

(۵) تعلیم اور تبلیغ اور تنظیم کے داخلی و خارجی دو شعبے قائم ہوں، ایک مسلمانوں کیلئے اور دوسرا دیگر اقوام کے اندر قرآن مقدس کو پہنچاتے رہنے کے واسطے۔

(۶) ہر شخص پر قرآن کا پڑھنا یا سننا لازمی قرار پائے اور تحریک توحید کے اصول پر ہر گھر اور ہر مسجد میں عالمگیر سلسلہ قائم ہو جس میں ایسے افراد تیار کیے جائیں جو ہر مسلمان کو مجاہد فی سبیل اللہ اور مبلغ قرآن بنانے کیلیے مستعد ہوں۔

(۷) انجمنوں، اخبارات و رسائل، تالیف و تصنیف نیز سیاحت و تعارف کے ذریعے قرآنی تحریک کا ہر قوم میں کام کیا جائے اور نوع انسان کو خدائی حکومت کے قیام خدا کی ہی عبدیت کا سبق دیا جائے۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔

ملے بہم رسان کہ بیاری بعالمے
باہمتے کہ از سر عالم توان گزشت

مصلح
ابو محمد
دفتر قرآنی تحریک حیدرآباد دکن
(ہندوستان)

اعظم اسٹیم پریس
(حیدرآباد دکن)